مالک مملکت صبر و رضا ہے شبیرؑ

(۲۸)

مالک مملکت صبر و رضا ہے شبیرؑ — صاحب سلطنت ملک وفا ہے شبیرؑ
آمر معرفت رب علیٰ ہے شبیرؑ — عارف منزلت ذات خدا ہے شبیرؑ
دہر میں مثل نبی عاقل و فرزانہ ہے
عشق خالق کا چھلکتا ہوا پیمانہ ہے

اپنے اوصاف حمیدہ میں یگانہ ہے حسینؑ — بخشش امت عاصی کا بہانہ ہے حسینؑ
گیسوئے لیلیٰ اسلام کو شانہ ہے حسینؑ — رہبر راہ عمل بہر زمانہ ہے حسینؑ
اس کا ہر سجدہ حسنا ظلم کی بربادی ہے
اس کا ہر نقش قدم رہبر آزادی ہے

شک نہیں بہر جہاں احمدؐ ثانی ہے حسینؑ — زہد میں حیدر صفدر کی نشانی ہے حسینؑ
جوش میں بحر شجاعت کی روانی ہے حسینؑ — دین اسلام کی بھرپور جوانی ہے حسینؑ
کیوں نہ ہو رنگ پہ یہ خون گلو اس کا ہے
آج ایمان کی رگ رگ میں لہو اس کا ہے

کون تھا بحر مصائب میں نہانے والا — غرق ہونے سے کشتی ایمان کو بچانے والا
سر سے اک وادی پر خار میں جانے والا — بن کے گھنگھور گھٹا ظلم پہ چھانے والا
زالہ باری سے تحمل کی غضب توڑ دیا
دل پہ لی صبر کی سل کفر کا منہ موڑ دیا

کیا کوئی سمجھے بجز آل نبی کیا ہے حسینؑ — شاہ لولاک کا اک نخل تمنا ہے حسینؑ
جس کے قبضے میں خدائی ہے وہ بندہ ہے حسینؑ — اس صفت میں بخدا واحد و یکتا ہے حسینؑ
منکر حق جو ہیں وہ بھی اسے پہچانتے ہیں
کوئی تفریق نہیں اس کو سب ہی مانتے ہیں

مالک ملک بقا ہے وہ سلیمان ہے حسینؑ — دہر میں مشعل پدر مرکز عرفان ہے حسینؑ
آج میدان عمل اک بولتا قرآن ہے حسینؑ — ہے جسد مذہب اسلام رگ جان ہے حسینؑ
جو نہ ٹوٹے کبھی وہ کفر سے رشتہ رہتا
یہ نہ ہوتا تو پھر اسلام نہ زندہ رہتا

شفق خون میں جو ڈوبا تھا وہ تارا ہے حسینؑ — ڈوب کے اور بھی چمکا وہ ستارا ہے حسینؑ
کوئی کیا چیز ہے اللہ کا پیارا ہے حسینؑ — کہنے کو کہتا ہے ہر ایک ہمارا ہے حسینؑ
مشرکوں، کافروں سے آج بھی بیزار ہے وہ
بس خدا والوں کا محشر میں مددگار ہے وہ

عشق معبود میں کھاتا رہا یوں تلواریں — بخشش بنیں پیاسے کے لہو کی دھاریں
اس جگہ پر ہوں فرشتے بھی تو ہمت ہاریں — جوش میں ظلم کی برباد کریں سب سرکاریں
صبر کی تیغ سے منہ سوئے خدا موڑ دئے
تیشۂ حلم سے سب قصر خودی توڑ دئے

تھا اب وجد کی طرح صاحب توقیر حسینؑ — بن گیا سورۂ والفجر کی تفسیر حسینؑ
تھا سیاست میں عجب صاحب تدبیر حسینؑ — کر گیا پیش نئے رنگ کی تصویر حسینؑ
نظروں سے کثرت افواج گری جاتی ہے
فتح بھی جس میں شکست آج نظر آتی ہے

جس نے اسلام کی توقیر بڑھائی وہ حسینؑ — جس نے ایمان کی سند ہم کو دلائی وہ حسینؑ
جس نے خالق کی رضا اجر میں پائی وہ حسینؑ — تا بداب رہے گی جس کی خدائی وہ حسینؑ
وہی ہوگا جو یہ خالق کا ولی چاہے گا
یہ جو کچھ چاہے گا، اللہ وہی چاہے گا

جس نے زندہ کیا ہے بانی، اسلام کا نام — جس نے دنیا کو دیا امن و امان کا پیغام
جان دے کے جو ہوا وجہ بقائے اسلام — عمر بھر جس نے کیا کار رسالت وہ امام
خوش پدر کو یہ کیا، عقدہ کشائی لے لی
جس نے اللہ سے جان دے کے خدائی لے لی

حق و انصاف کی دنیا میں جو کھیتی ہے ہری — آہ مظلوم میں باقی جو نہیں بے اثری
یہ جو تکمیل کو پہونچا ہے نظام بشری — یہ جو افراد میں پیدا ہوئی بالغ نظری
کارنامہ یہ اسی صاحب تدبیر کا ہے
بخدا فیض زمانہ میں یہ شبیرؑ کا ہے

کہئے رحمت جسے، ہے سایۂ دامان حسینؑ — اس لئے گر ہوا تھا شوق میں مہمان حسینؑ
صبح جنت تھا اداسے چہرۂ تابان حسینؑ — آتے ہی ہو گیا کس جوش میں قربان حسینؑ
داخل خلد ہوا عیش کے سامان ہوئے
اس گنہگار پہ معصوم بھی قربان ہوئے

جب اجرات فرزند علیؑ شیر خدا — باقی انصار و اعزا میں جو کوئی نہ ہوا
مرنے پر جیت کمر باندھی ارادہ یہ کیا — لاکھوں سے جنگ کو میدان میں جاؤں تنہا
بس اسی قصد میں بادیدۂ خوں بار گئے
خیمہ تک بہنوں سے رخصت کے طلبگار گئے

داخل خیمۂ عصمت ہوئے جب شاہ ہدا — کچھ عجب درد سے دی زینب مضطر کو صدا
بے حواس آئیں وہ کہتی ہوئی بھیا بھیا — گر پڑیں تھام کے دل سینہ میں وہ درد اٹھا
بولیں کیا کرتے ہیں دلدار تمھارے بھائی
آئے کیوں یکہ و تنہا مرے پیارے بھائی

ہے محمدؐ کہاں اور عون دلاور ہے کہاں — آپ کا پیارا، مرا قاسم بے پر ہے کہاں
فوج کا جو تھا علمدار وہ صفدر ہے کہاں — میرا ہم شکل پیمبر علی اکبرؑ ہے کہاں
بھائی کیا تم نے ابھی تک کوئی تدبیر نہیں
آپ کی گود میں کیوں اصغر بے شیر نہیں

شہ نے فرمایا ذرا ہوش میں آؤ زینبؑ — رحم ان بچوں کے احوال پہ کھاؤ زینبؑ
شدت غم سے نہ یہ حال بناؤ زینبؑ — کہنہ پوشاک کوئی ڈھونڈھ کے لاؤ زینبؑ
گو نہیں ضعف سے قابو میں قدم جاتے ہیں
بھول جاؤ انھیں اب مرنے کو ہم جاتے ہیں

سچ ہے جاتے کا نہیں عونؑ و محمدؑ کا ملال — ہجر نے قاسمؑ مضطر کے کیا دل پامال
کیا کہوں آنکھوں سے دیکھا ہے جو عباسؑ کا حال — سینہ شق کرتا ہے ہم شکل پیمبر کا خیال
علی اصغرؑ کو ذرا پوچھو کہ میں دکھ پایا ہوں
ان کو آغوش اجل میں ابھی دے آیا ہوں

اپنے ہاتھوں سے ابھی قبر بنائی میں نے — چھاتی سے تربت بے شیر لگائی میں نے
غم کی شمشیر دل زار پہ کھائی میں نے — کیا کہوں پانی کی اک بوند نہ پائی میں نے
مستحب ترک نہ ہو سوچ کے ہائے زینبؑ
پیاسے کی قبر پہ کچھ اشک بہائے زینبؑ

شاہ یہ کہتے تھے جو سامنے سے آئیں رباب — آپ نے سر کو جھکایا کہ بڑھا حد سے حجاب
سوزش غم سے پسر کی تھا جگر گو کہ کباب — صبر فرما کے یہ بولیں نہیں اب دل بیتاب
یہ بھی مجھ غم زدہ پر آپ نے احسان کیا
راہ معبود میں بچہ مرا قربان کیا

میں نے اب صبر کیا ناقۂ صالح کی قسم
جانتی ہوں میں، گیا وادی کے گھر سوئے ارم
اب تو غم اس کا ہے چھٹنے کو ہیں حضرت کے قدم
ہائے جلتی رہی میں آپ چلے شاہ امم

مجھ پہ کیا گذرے گی شاہ دوسرا کیا ہوگا
سر پہ آتی ہے رنڈاپے کی بلا کیا ہوگا

بات کو ٹال کے فرمانے لگے شاہ زماں
کچھ خبر ہے کہ مری پیاری سکینہ ہے کہاں
اس کے چھٹنے کا جو صدمہ ہے کروں کیا میں بیاں
وہ جو پیاسی ہے جگر سے مرے اٹھتا ہے دھواں

بعد مردن بھی میں اس غم سے سبکدوش نہیں
ہائے کون اس کی خبر لے گا تمھیں ہوش نہیں

وہ مری تازوں کی پالی ہے رہے اتنا خیال
وہ جو روئی تو مرے قلب کو پہونچے گا ملال
اک صدا آئی کہو شمر سے لے میرے لال
اس یتیمہ کے طمانچوں سے نہ نیلے کر گال

رونے پر دروں سے ایذا نہ اسے دے ظالم
کان زخمی نہ کرے بندے نہ چھینے ظالم

یہ صدا سن کے بپا ہو گیا ماتم ہر سو
آ گئیں بالی سکینہ بھی بہاتی آنسو
گود میں لے کے لگے چومنے منھ شاہ نکو
دل کو چین آ گیا سینہ سے جو لپٹی مہ رو

دم بدم بعد کے دل میں جو خیال آتے ہیں
رنج سے قلب و جگر خون ہوئے جاتے ہیں

ڈال کے ہاتھ گلے میں یہ سکینہ نے کہا
اچھا وعدہ کیا پانی تو نہیں لائے چچا
گو وفادار ہیں وعدہ نہ کیا آہ وفا
اس پہ طرہ ہے کہ الٹے ہوئے ہیں مجھ سے خفا

یہ عجب بات ہے اب منھ نہیں دکھلاتے ہیں
میں تڑپتی ہوں وہ خیمہ میں نہیں آتے ہیں

سن کے یہ صدمہ سے آنسو ہوئے شہ کے جاری
رو کے فرمایا کہ اب دل کو نہ تڑپا پیاری
مل گئی خاک میں اس تیر کی محنت ساری
کٹ گئے ہاتھ، چھدی مشک، ہوا غم طاری

وہ جہاں ہیں کہیں واں جا کے چلے آتے ہیں
بیٹی اب صبر کرو ہم بھی وہیں جاتے ہیں

بولے کلثوم سے یہ کہہ کے یہاں آؤ بہن
اک ذرا اپنی بھتیجی پہ ترس کھاؤ بہن
دیر ہوتی ہے ہمیں، تم انھیں سمجھاؤ بہن
کہیں لے جا کے ذرا باتوں میں بہلاؤ بہن

وقت کم رہ گیا ہے کام بڑا کرنا ہے
وعدہ طفلی کا تہ تیغ ادا کرنا ہے

مڑ کے پھر حضرت زینب سے یہ سرور نے کہا — اے بہن دل کو سنبھالو ذرا یہ حال ہے کیا
صبر لازم ہے کہ ہو بنت جناب زہراؑ — ہاں تمہارے متعلق بھی ہیں کچھ کار خدا
وقت یہ نوحہ و ماتم کا نہ ہے زاری کا
کام کرنا ہے تمہیں قافلہ سالاری کا

خواب آگاہ ہو، ہیں عابدؑ مضطر بیمار — ہوش آتا بھی نہیں، رہتا ہے ہر وقت بخار
پھر چکے گی جو مرے خشک گلے پر تلوار — آگ خیموں میں لگا دیں گے سب اہل نار
فوجیں بے دینوں کی درانہ چلی آئیں گی
چادریں تک سروں سے بلوہ میں چلی جائیں گی

سب کو سر برہنہ تشہیر کریں گے اعدا — کوفہ و شام کے بازار یہ میرا کنبہ
ننگے سر شام کے دربار میں جانا ہوگا — کیا کہوں آئیں گے پیش اور مصائب کیا کیا
صبر ہر حال میں ہو رائے ہماری ہے یہی
اے بہن دھیان رہے مرضی باری ہے یہی

دین کو مسخ کئے دیتے تھے یہ اہل جفا — بچ گیا ہے مری تدبیر سے اب شکر خدا
اس نے چاہا تو نہ پھر کفر کا سر اٹھے گا — میں سبکدوش ہوا جاتا ہوں کٹوا کے گلا
تم کرو کام جو ہیں بعد کے سارے زینبؑ
جو فرائض تھے مرے اب ہیں تمہارے زینبؑ

چاہیئے تم کو سمجھ لو مرا مطلب زینبؑ — ان دنوں دشمن ایماں ہوئے ہیں سب زینبؑ
تم بھی وہ کار نمایاں کرو زینبؑ زینبؑ — مال بے سارا زمانہ ہے حسینؑ اب زینبؑ
دہر کی عورتوں کی صبر میں قائد ہو جاؤ
راہ حق میں نئی صورت کی مجاہد ہو جاؤ

قید ہونا نہ ذرا باعث ذلت ہوگا — تم سے ہر ایک پہ اظہار حقیقت ہوگا
گو کہ فساق کو دعوائے خلافت ہوگا — جبر سے پر نہ کوئی طالب بیعت ہوگا
سہل سمجھے ہیں یہ بے دین مرے مر جانے کو
خواب مشہود کرو تم مرے افسانے کو

رباعی

پیری کا شباب ہے تو دم چڑھتا ہے — ٹوٹی ہے کمر درد جگر بڑھتا ہے
تم جانتے ہو کہ دل دھڑکتا ہے شدید — مشکل میں جو ہے نادعلی پڑھتا ہے

کہکے یہ بیٹے کے پاس آئے امام ذیجاہ — اور بھی دیکھ کے بیہوش ہوا غم جانکاہ
اف نہ کی، تھام کے دل کو کہا انا للہ — بولے زینبؑ سے جو ہو ہوشیار رہو یہ حق آگاہ

کہنا ہر ظلم و ستم شوق سے سہنا بیٹا
مرضئ حق پہ رضامند ہی رہنا بیٹا

قید سے تم کو رہائی دے اگر حاکم شام — اور قسمت سے وطن جانا ہو میرے گلفام
میری جانب سے مرے دوستوں کو کہنا سلام — کہنا پیاسا سا سوئے جنت گیا تم سب کا امام

بھائیو نوش کبھی سرد جو پانی کرنا
یاد شبیرؑ کی بھی تشنہ دہانی کرنا

کہہ کے یہ رن کو چلا دلبر محبوب خدا — اہل بیت نبوی میں ہوا محشر برپا
کوئی سر پیٹ کے رویا کوئی غش کھا کے گرا — قلب زینب کو الٹتا ہوا پردہ اٹھا

مثل دیوانوں کے وہ زار جو چلانے لگی
عرش تک گریہ و ماتم کی صدا جانے لگی

نکلا خیمہ سے جو وہ پیکر مظلومیت — ظلم کے روئیں کھڑے ہو گئے تھی وہ ہیبت
سر پر نور پہ جو سایہ فگن تھی رحمت — تھی وہی شان علیؑ اور وہی شکل و صورت

فرق اقدس پہ گلابی سا جو عمامہ تھا
گویا اک خط شہادت کا وہ سرنامہ تھا

آئے نزدیک فرس سر کو جھکائے جو امام — دوڑے جبرئیل امیں تھامنے گھوڑے کی لگام
لی رکاب آکے سرافیل نے باصد اکرام — مسکرا کے لیا ہر ایک کا حضرت نے سلام

طعنہ زن رفعت رف رف پہ بھی رہوار ہوا
راکب دوش پیمبر جو نہی اصوار ہوا

لی عجب شان سے اس سرور ذیجاہ نے باگ — گویا اک برق کے مرکز میں لگا دی گئی آگ
گرد نے اٹھ کے ہوا سے کہا اب جلدی بھاگ — یاد رکھنا نہیں چلنے کا یہاں تیرا راگ

ہنوں پردار لیئے دل میں ہوس آتا ہے
رن میں اب فخر سلیماں کا فرس آتا ہے

ہر طرف شور ہے خالق کا ولی آتا ہے — جسکے اوصاف دو عالم پہ جلی آتا ہے
تیغ ہے پاس جو خیبر میں چلی آتا ہے — آستین الٹے حسینؑ ابن علیؑ آتا ہے

ہے یقیں آج جہنم کی ہر اک سیر کرے
غیظ مظلوم کو آیا ہے خدا خیر کرے

شہ کی آمد سے زمانہ پہ ہے ہیبت طاری — یہ گھٹا مہر، نظر آتا ہے اک چنگاری
دن بھی اب بھاگنے کی کر رہا ہے تیاری — خوف سے زرد ہوا ہے فلک زنگاری
دھوپ خورشید سے بیزار نظر آتی ہے
وہ تو مغرب کو یہ مشرق کی طرف جاتی ہے

کیوں تلاطم نہ ہو عالم میں ہیں غصہ میں امام — معرفت جن کو ہے ڈر سے ہوئے جاتے ہیں تمام
دم میں آتی ہے قیامت یہ یقیں ہے ہر گام — شور خوروں میں بھی ہے، ہے یہ دعا کا ہنگام
ڈر کی تلوار سے سب ذبح ہو جاتے ہیں
گو ہیں معصوم، ملک خوف سے تھراتے ہیں

خوف سے ایک جگہ پر ہے جنوں کا انبوہ — بھاگتے پھرتے ہیں صحراؤں میں شیروں کے گروہ
دیتا ہے شہ کی امامت کی شہادت ہر کوہ — خوف سے دھوپ سرک کے گئی ہے تا سر کوہ
اپنی حالت پہ کوئی چیز نہیں ملتی ہے
آسماں کانپتا ہے اور زمیں ہلتی ہے

پہلے تو خوف سے مضطر ہوا اچھلا پانی — پھر یہ سمٹا کہ بنا اشک کا قطرا پانی
چند لمحوں میں دھواں ہو گیا سارا پانی — یہ بڑھا ڈر ہوا پتھر کا کلیجہ پانی
بحر ہر ایک فلک بن گیا اونچا ہو کر
کوہ جتنے تھے وہ سب بہہ گئے دریا ہو کر

بڑھتے جاتے تھے جو غصہ میں سوئے فوج امام — منقلب ہو رہے تھے سارے زمانہ کے نظام
موت تھی زیست کا ہر ایک کو گویا پیغام — اہل ادراک میں تھا شور، دعا کا ہے مقام
تاروں کے ٹوٹ کے گرنے کی صدا آتی ہے
یہ نہیں گرد، زمیں سوئے فلک جاتی ہے

شاہ والا کی جو ہے طبع ہمایوں برہم — ہے یہ نزدیک کہ رک جائے زمانہ کا قدم
اہل باطل کو تو ہستی نظر آتی ہے عدم — ہائے آواز سم اسپ ہے اور اس پہ ستم
حشر آجائے گا دنیا میں اب انداز یہ ہے
جان کے صور سرافیل کی آواز یہ ہے

لیجئے قہر ہوا بادلوں پر بل آیا — سامنے حضرت عباس کا مقتل آیا
بازو رکن شجاعت کا ہوا، پھل آیا — بازوؤں میں وہی پھر پہلے سا کس بل آیا
یاد میں بھائی کی کہتے شہ ابرار چلے
خون کے دریا بہیں اس وقت وہ تلوار چلے

کھینچ کے چھوڑیں جو باگیں تو فرس اڑنے لگا — رخ ہواؤں کا ادھر اڑ کے ادھر مڑنے لگا
موت سے رشتۂ افواج ستم جڑنے لگا — اک اکھاڑا سا فضاؤں میں مگر گھومنے لگا
گر کے چومے قدم رخش یہ نوبت آئی
دم صبا میں نہیں مرصع نے بھی کشتی کھائی

کیوں نہ ہو صاحب معراج کا رہوار ہے یہ — مرکب شیر خدا حیدر کرار ہے یہ
نہ قدم چھوڑے حسنؑ کے وہ وفادار ہے یہ — آج شبیرؑ کا منجملہ انصار ہے یہ
زندگی میں نہ کبھی عہد وفا توڑے گا
دیکھنا، بعد شہادت کے قدم چھوڑے گا

یہ بڑھا ہے اثر رعب امام مدنی — خوف کا زور بڑھا کرتا ہے کوہ کنی
مضطرب میں یہ نبی جان کہ جانوں پہ بنی — فلک پیر نے بھی گرد کی پہنچی کفنی
لوز میں شق ہوئی پستی کی طرف ہٹنے لگی
لیجے مہر منور کی کشش گھٹنے لگی

یہ بڑھا غیظ و غضب موت کی تصویر بنا — گر گئی کٹ کے ہوا جوش میں شمشیر بنا
توڑے دل تیزیاں دکھلانے لگا تیر بنا — لشکر شام کی بگڑی ہوئی تقدیر بنا
جو منجم ہیں زیادہ وہی گھبراتے ہیں
یوں چلا فوج پہ جیسے برے دن آتے ہیں

اس کی رفتار میں تیزی ہے کہ ہے برق کی رو — پتھروں پر سے گذرتا ہے تو دیتے ہیں لو
ایک اک گام میں پنہاں ہیں کرشمے سو سو — آج دنیا کو دکھاتا ہے وہ عالم تو
شوق سے بے لبوں فوج ظلم و ستم کرنے کا
مستقل قصد ہے ہستی کو عدم کرنے کا

ہر طرف لشکر کفار میں برپا ہے یہ شور — لشکر کامی میں یہ انداز یہ تیور یہ زور
فشار کہتی ہے مرنے آگے سماں بھی ہے نور — الفت ماہ رخ شہ میں شجاعت ہے چکور
جرأتیں صدقے ہیں صولت بھی قدم چومتی ہے
فتح قرباں ہے نصرت بھی قدم چومتی ہے

فوج روباہ میں کس قہر کا ہے ہنگامہ — چاک سو جا سے ہوا تیر و سکوں کا جامہ
ہر سر محس پہ اب خوف کا ہے عمامہ — موت کا جان کے ٹاپوں کی صدا کو نامہ
دم بدم قلب و جگر منہ کو چلے آتے ہیں
جیتے جی خوف سے نامرد مرے جاتے ہیں

دفعتاً غل ہوا وہ آگئے نزدیک امام — رعب نے بڑھ کے کہا صبح ہے اب لشکر شام
سر پہ آپہونچا ہے غصہ میں علی کا ضرغام — ہاں ذرا دیکھ تو اب ظلم و ستم کا انجام
آگیا سکۂ اسلام چلانے والا
قلعۂ کفر کو بنیاد سے ڈھانے والا

اب شدید آج نئے جنگ کے منظر دکھلا — اور کچھ طبع خداداد کے جوہر دکھلا
اصل ثابت وہ تصویر بنا کر دکھلا — ہاں ذرا فوج سیہ کار کی بھگدڑ دکھلا
اہل مجلس ہوں بہ مسرور کہ غم بھی بھاگیں
مثل رد بابوں کے سب درد و الم بھی بھاگیں

رعب کچھ اور بڑھا ظالم اظلم بھاگے — سانس گو پھول گئی پر نہ لیا دم بھاگے
جو علمدار تھے کرتے ہوئے ماتم بھاگے — جنگ خیبر کا دکھاتے ہوئے عالم بھاگے
بے حواسی تھی سوا جائے اماں ڈھونڈتے تھے
ہر طرف مڑ کے پہاڑوں کے نشاں ڈھونڈتے تھے

ایسے گھبرائے رسالے ہوئے پیدل بھاگے — پڑ گئی سارے پیادوں میں بھی ہلچل بھاگے
سوچے سمجھے نہ کچھ انجام وہ پاگل بھاگے — پیچھے اُن سب کے فرس خوف سے کوتل بھاگے
سیکڑوں تھک کے گرے ایسے بُرے حال ہوئے
اپنے ہی گھوڑوں کی ٹاپوں سے وہ پامال ہوئے

آتش خوف جو بھڑکی تو وہ ناری بھاگے — کہتے جاتے تھے نہیں عیب فراری بھاگے
سانس پھولی جو تھی جانیں بھی تھیں بھاری بھاگے — پھینکا ہتھیاروں کو پوشاک اوتاری بھاگے
سب جہاں آنکھوں میں اندھیر نظر آتا تھا
جس طرف دیکھتے تھے شیر نظر آتا تھا

صبح تک پھر کے نہ پھر آئے جو شامی بھاگے — پہلواں فوج میں جو تھے بڑے نامی بھاگے
کر کے حاکم سے بڑی سخت کلامی بھاگے — اس طرح بھاگے کہ جیسے کوئی خامی بھاگے
ہیں تن و توش سوا ان کے تو دم چڑھتے ہیں
رہ اماں کی نہیں ملتی ہے جدھر بڑھتے ہیں

ایک کہتا ہے بچانا ہے اگر جاں بھاگو — دل میں رکھو نہ ذرا جنگ کا ارماں بھاگو
چھوڑ دو اصلحہ بھی بے سر و ساماں بھاگو — دوسرا کہتا ہے تائید میں ہاں ہاں بھاگو
مذہبی فرض ہے کیا سوتے ہو جاگو بھاگو
آج اجماع اسی پر ہے کہ بھاگو بھاگو

روک کے رخش کو ٹھہرے جو شہ خوش اوصاف — دیکھتے کیا ہیں کہ کوئی نہیں میدان ہے صاف
دور پر کہتے ہوئے جاتے ہیں کچھ اہل خلاف — وہ کیا ہم نے جو کرتے تھے ہمارے اسلاف
بھاگ جانے سے بھی کچھ فرق شجاعت میں نہیں
مفت میں جان دیں یہ اپنی شریعت میں نہیں

ساقیا دیکھ وہ میدان سے شرابی بھاگے — بزدلی کی مئے بدرنگ بہت پی بھاگے
زندگی تلخ ہوئی ہار گئے جی بھاگے — بے لڑے سید ابرار سے، پاپی بھاگے
جن کے دل میں ہے ترا بادۂ الفت ساقی
بس دکھاتے ہیں وہی شان شجاعت ساقی

ہاں پلا بادۂ سرجوش محبت ساقی — نشۂ ہوتا ہے ضروری دم مدحت ساقی
مجھکو کرنا ہے ترے لال کی نصرت ساقی — گل ایماں کی دکھانا ہے حقیقت ساقی
نشۂ عشق ترا اور بڑھانا ہے مجھے
حق کو باطل سے جدا کر کے دکھانا ہے مجھے

ساقیا روز ازل مئے جو عطا کی تھی وہاں — غیر کا دخل نہ تھا تیری ہی شاہی تھی جہاں
ہاں وہی روز ولادت جو عطا کی تھی یہاں — جو پلائی گئی تھی کانوں میں کہہ کہہ کے اذاں
پختگی جس سے سوا ہوتی ہے ایمانوں کی
مئے جو گھٹی میں پڑی ہم سے مسلمانوں کی

ابر رحمت کا برستا ہے جھما جھم ساقی — گل ایماں مہکیں دیتا ہے پیہم ساقی
قمری عشق ترا بھر رہی ہے دم ساقی — نشۂ گو تیری عنایت سے نہیں کم ساقی
پی کہاں، طنز پپیہے کی ستم ڈھاتی ہے
مجھکو انگڑائی پہ انگڑائی چلی آتی ہے

بھر لیا تیری مئے عشق سے پیمانے کو — اور کچھ دل میں نہیں اب تو قسم کھانے کو
ساقیا سن کے دم مرگ ترے آنے کو — کیسا جی چاہ رہا ہے مرا مر جانے کو
جام پر جام مئے عشق کے پی جاؤں میں
اس طرح موت اگر آئے تو جی جاؤں میں

ساقیا روز ازل پی تھی محبت کی شراب — آج تک نشہ ہے پر شوق میں حالت ہے خراب
گذرے ہیں پیتے ہی پیتے مجھے طفلی و شباب — عہد پیری میں زیادہ ہے مگر شوق ثواب
تجھ پہ قرباں وہ اب جام شباب آور دے
صبح پیری کو مری جو شب جنت کر دے

کوئی حد جس کی نہیں پیتا ہوں اس درجہ شراب
روز و شب پیش نظر رہتا ہے اک عالم آب
دیکھتا رہتا ہوں سوتے میں بھی اکثر یہی خواب
مجھکو معلوم ہے ہاں آنے کو ہے روز حساب
جام پر جام تیرے لطف سے لوں گا ساقی
میں تو اس دن بھی نہ گن گن کے پیوں گا ساقی

بادہ خواروں میں جدا سب سے قرینہ ہے مرا
نئے ساغر نئے انداز کا پینا ہے مرا
موت اغیار جسے کہتے ہیں جینا ہے مرا
بحر عرفاں جو ہے مشہور سفینہ ہے مرا
الفت آل نبی خلد میں پہونچائے گی
میرے گلشن میں خزاں آکے بہار آئے گی

ساقیا دور رقیبوں کا ہے دور میں جام
خود غرض پی کے روانہ ہوئے کر کر کے سلام
میں بھی اک گوشہ میں بیٹھا ہوں بظاہر ناکام
اب بھی ہے سچی محبت میں مری تجھکو کلام
ساقیا رکھ لیا دل میں ترے میخانہ کو
آج دیکھا مرے ٹوٹے ہوئے پیمانہ کو

بزم میں ہو رہی ہے چار طرف نوشا نوش
بادہ خواروں کو ہے قل قل کی صدا جنت گوش
ہائی و ہو کی وہ ہر اک سمت صدائیں وہ خروش
ساقیا ہو گیا آخر کو نصیری بے ہوش
اب عبث ہوش کی امید ہے دیوانے سے
ہائے حوکے میں سوا پی گیا پیمانے سے

تو نے دیکھی یہ مری شستہ مذاقی ساقی
ہنس دیا غیر سے بھی ہو کے ملاقی ساقی
کہہ رہا ہوں میں بڑی چونچ سے ساقی ساقی
اب تو دے دے مجھے مے جتنی ہو باقی ساقی
ہائے مجبور ہوں مہلت نہیں روز آنے کی
خیر مانگوں گا ہمیشہ ترے میخانے کی

شکر ہے جذب محبت نے دکھائی تاثیر
بعد اک عمر کے جاگی ہے پھر اب کی تقدیر
ساقیا دیکھوں گا میں روضۂ پاک شبیرؑ
تیرے در پر بھی ضرور آئے گا تیرا یہ فقیر
دوں گا تا عمر دعائیں ترے میخانہ کو
خوب بھر دینا مرے شوق کے پیمانہ کو

یہ پیری شیشہ میں ہے بند جو ہر دم ساقی
کیا کہوں سینہ میں گھٹتا ہے ہر دم ساقی
دل دھڑکتا نہیں کرتا ہے یہ ماتم ساقی
تو اگر چاہے تو ہوں دور یہ سب غم ساقی
ابھی پردے سے نکل کے جو نگار آجائے
میرے گلزار محبت میں بہار آجائے

ساقیا عام جو سب کے لئے کردی وہ شراب
تو نے سلمان کی رگ رگ میں جو بھردی وہ شراب
جس کی قرآں میں خالق نے خبر دی وہ شراب
جس سے بڑھ جاتی ہے کچھ چہرہ کی زردی وہ شراب
متقی جس کے ہوس صلحا مرتے ہیں
جس کو زہاد نمازوں میں پیا کرتے ہیں

اے دل وجان نبی نور خدا نفس خدا
بڑھ کے کعبہ سے بھی رتبہ میں ہے تیرا روضہ
خوبئ بخت رسا سے مرا جانا جو ہوا
جوش میں یہ در دولت پہ ترے دوں گا صدا
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ است
سجدہ گاہ ملک و روضہ شاہنشاہ است

ساتھ خالی نہ مری قبر میں آنا ساقی
بھر کے شیشے مے فردوس سے لانا ساقی
شان کچھ اپنی سخاوت کی دکھانا شانی
مے نگر ین کو جی بھر کے پلانا ساقی
کیا پئیں گے مرے ساتھ ان میں تو کچھ خاک نہیں
امتحاں ہو چکا ہے قوت ادراک نہیں

ساری دنیا سے جدا تیرے پلانے کی ہے شاں
جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئے تیرے مہماں
چشم ظاہر میں تو ساقی نہیں کوئی ساماں
تشنہ رہ جائے کوئی یہ نہیں لیکن امکاں
مثل خالق ترا انداز کریمانہ ہے
زرہ زرہ ترا ساغر ترا میخانہ ہے

جامۂ علم کبھی زور بھی ہو جاتا ہے
حق سے نزدیک جو ہے دور بھی ہو جاتا ہے
اہل دین کفر کا مسحور بھی ہو جاتا ہے
رہبر نار کبھی نور بھی ہو جاتا ہے
پوچھئے شمع سے اور دیکھئے پروانے کو
یا نصیری سے مئے عشق کے دیوانے کو

تو ہے اعجاز نما شک نہیں اصلا ساقی
مطمئن ہوں یہی ایماں ہے میرا ساقی
پر تمنا ہے کہ یہ معجزہ دکھلا ساقی
دیکھوں قطرہ میں سماتے ہوئے دریا ساقی
دل میں یوں بحر محبت ہو خرد شاں ساقی
ایک نقطہ میں نہاں جیسے ہے قرآں ساقی

بڑھ گئی حد سے سوا بادہ پرستی ساقی
عشق میں تیرے مٹا ڈالی ہے ہستی ساقی
کوسوں ہے دور خیالات سے پستی ساقی
رہ گئی ہے یہ بس اب میری گرمستی ساقی
ہمت افزا ہے تری شان کریمانہ بھی
ہیں فقط شیشہ و ساغر نہیں پیمانہ بھی

ساقیا اب دل بیتاب کی لے جلد خبر — دفعتاً ہو گیا ہے حد سے زیادہ مضطر
پڑ گئی تیرے جگر بند کی حالت پہ نظر — رن میں تنہا ہوئے ہیں، بھاگ گیا لشکر شر
دل بیتاب کو قابو میں نہیں پاتے ہیں
ہائے روتے ہوئے دریا کی طرف جاتے ہیں

دیکھ وہ ایک جگہ ٹھہرے شہ نیک اساس — صاف بشرہ سے ہے ظاہر کہ نہیں ہوش و حواس
اترے گھوڑے سے وہ شبیر بصد حسرت و یاس — وہ جھکے پیار سے کہتے ہوئے بھیا عباس
منھ پہ منھ رکھ کے بصد درد فغاں کرنے لگے
ٹکڑے پتھر کا بھی دل ہو وہ بیاں کرنے لگے

کبھی فرماتے ہیں چھوڑا ہمیں تنہا بھائی — اب ہمیں کاہے کو ملنے لگا تم سا بھائی
جو تھا ہم شکل نبی چھوٹا وہ بیٹا بھائی — خنجر ہجر سے ٹکڑے ہے کلیجہ بھائی
جان سے بڑھ کے برادر جو تھا پیارا نہ رہا
ہائے اب جینے کا کوئی بھی سہارا نہ رہا

آپ کے بعد جو گذری ہے کہے کیا شبیر — لایا تھا پانی پلانے کے لئے میں دلگیر
علی اصغر وہ جھنڈولا مرا ننھا بے شیر — جانب نہر جو نکلا پیاسا گیا کھا کے تیر
کوئی تدبیر نہ بے کس کو بن آئی بھائی
کانپتے ہاتھوں سے خود قبر بنائی بھائی

ہائے یہ پیاس یہ ضعف اور یہ مری تنہائی — کوئی ناصر نہ مددگار نہ بیٹا نہ بھائی
اور ادھر لشکر اشرار میں صف آرائی — ساتھ اکبر کے گئی آنکھوں کی بھی بینائی
اب تو مجبور ہوں شمشیر و سپر باندھی ہے
میں نے بھی مرنے پہ اب کمر باندھی ہے

قدر داں کوئی نہیں اب کسے دکھلاؤں جدا — نہ ظہیر اور نہ حبیب ابن مظاہر نہ ہلال
علی اکبر سا بہادر ہے نہ تم سا اے لال — مضطرب چھوٹ کے سب سے دل زخمی ہے کمل
باخدا اب نہیں تیار لڑائی کے لئے
گر لڑوں گا تو فقط چشم نمائی کے لئے

تمام شد